صدف تبسّم*

امیرؔ مینائی کا ایک غیر مطبوعہ قصیدہ

Abstract:
An Unpublished Qasida of Ameer Minai

Ameer Ahmed Minai was an illustrious poet and a writer. He wrote poetry in almost every genre including ghaẓal, naʿat, qaṣīda, maśnavī, rubāʿī, salām, sehrā, keh mukarni, pahēlī, tarkīb band, and tarjīʿband. The qaṣīda under consideration is in the tarjīʿband form. In a tarjīʿband, a specific line (called the tape-line) is repeated at the end of each stanza. This qaṣīda was written in the praise of Nawab of Rampur. It gives insights about the Nawab's era. This qaṣīda consists of 16 stanzas and each stanza comprises 12 lines, after which, a couplet is repeated. This qaṣīda has not been published yet and is in possession of his paternal grandson Israeel Ahmed Minai. The author of this article has not only edited the qaṣīda following conventions of textual criticism but has provided a detailed introduction as well. A comprehensive glossary has also been included.

Keywords: Amer Minai, qasida, Rampur, Urdu, poetry.

امیرؔ احمد امیر مینائی کا نام اردو شاعری میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء لکھنؤ میں پیدا ہوئے[۱] اور ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں انتقال فرمایا[۲]۔ معروف شاعر، نثر نگار اور لغت نویس تھے۔ شاعری کی تقریباً ہر صنف میں طبع آزمائی کی جس میں غزل، نعت، قصیدہ، مثنوی، واسوخت، پہیلیاں، کہہ مکرنیاں، سلام، سہرے، ترکیب بند، ترجیع بند، قطعات، رباعی اور تاریخ گوئی وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔ کئی تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں جن میں دو غزلیہ (مراۃ الغیب[۳] اور صنم خانۂ عشق[۴]) اور ایک نعتیہ دیوان (محامدِ خاتم النبیین[۵]) شامل ہیں۔ امیر اللغات[۶] کی تین جلدوں کے علاوہ نثر کی کچھ کتابیں[۷] بھی شائع ہو چکی ہیں۔ امیرؔ کی دیگر اصناف[۸] پر بھی کام جاری ہے اور امید ہے کہ جلد منظرِ عام پر آسکیں گی۔ راقمہ نے امیرؔ کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ قصائد کی تدوین کی ہے جس میں چوّن (۵۴) قصیدے شامل

ہیں جو ان شاءاللہ جلد طبع ہوجائیں گے[9]۔

قصیدہ محض ایک ہیئت کا نام نہیں بلکہ یہ ایک صنفِ سخن ہے جس کا ایک خاص موضوع ہے۔قصیدہ زیادہ تر غزل کی ہیئت میں لکھا گیا۔ اس لیے یہ سمجھ لیا گیا کہ شاید اس کے لیے غزل کی ہیئت مخصوص ہے لیکن قصیدہ اس کے علاوہ دوسری ہیئتوں مثلاً مثنوی، ترجیع بند وغیرہ میں بھی لکھا گیا ہے[10]۔امیر کا یہ قصیدہ ترجیع بند کی ہیئت میں لکھا گیا ہے اس لیے ان کے دیگر قصائد کے مقابلے میں اس کی ایک خاص انفرادیت ہے۔''ترجیع'' کے لغوی معنی ہیں ''پلٹانا، بازگشت''[11]۔ یہ ایسی صنف ہے جس میں ہر بند کے آخر میں ایک ہی یا شعر یا مصرع بار بار لایا جاتا ہے جسے ٹیپ کا شعر یا مصرع کہتے ہیں[12]۔ امیر نے اس کے علاوہ اور بھی ترجیع بند لکھے ہیں جن میں چھ(۶) نعتیہ ترجیع بند، امیر کے نعتیہ مجموعے محامدِ خاتم النبیین میں شامل ہیں[13]۔ ایک مراۃ الغیب میں بھی موجود ہے[14]۔

امیرؔ کا یہ قصیدہ نواب رام پور کی مدح میں ہے۔نسخہ امیرؔ کے ہاتھ کی نہیں بلکہ کسی نا معلوم کاتب کی تحریر ہے۔اس نسخے میں ممدوح کا نام تحریر نہیں کیا گیا اور نہ ہی کوئی ترقیمہ ہے جس سے ممدوح، تاریخ اور کاتب کا اندازہ لگایا جا سکے۔ نسخے پر خالد مینائی (۱۹۱۴ء-۲۰۰۷ء)[15] کی مہر موجود ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ان کی ملکیت رہا ہے۔ اب اسرائیل احمد مینائی (پ:۱۹۲۰ء)[16] کی ملکیت ہے۔ اسے علیحدہ سے جلد کرایا گیا ہے اور جلد پر (غالباً بعد میں لگائی گئی) کاغذ کی ایک چٹ لگی ہوئی ہے، جس پر یہ عبارت تحریر ہے:

''قصیدہ ترجیع بند نواب رام پور

مصنفہ امیرؔ مینائی

قلمی۔''

اس خوب صورت مجلد نسخے میں تین رنگوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔تحریر کے چاروں طرف احاطہ (بارڈر) بنایا گیا ہے جو تین متوازی خطوط پر مشتمل ہے، دو سُرخ اور ایک نیلا۔تحریر میں سیاہ اور سُرخ روشنائی کا استعمال کیا گیا ہے جب کہ نسخے پر جا بجا سیاہ روشنائی سے تصحیح کی گئی ہے۔ اس نسخے کا سائز (''۱۹ x ''۲۹) ہے۔ اس قلمی نسخے پر جا بہ جا سرخ قلم سے حاشیہ لگایا گیا ہے، اسرائیل احمد مینائی کا بیان ہے کہ یہ تصحیح جلیلؔ مانکپوری (۱۸۶۶ء-۱۹۴۶ء)[17] کے قلم سے ہوئی ہے۔اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ امیرؔ کے جن قصائد پر جلیلؔ نے قلم چلایا ہے یہ لکھائی بھی ویسی ہی ہے[18]۔گو ہم نے اصل تحریر کو ہی ترجیح دی ہے اور

تصحیح کو حواشی میں بیان کر دیا ہے، لیکن جلیلؔ جیسے قادرالکلام شاعر کے حاشیے پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان تبدیلیوں کے بعد اشعار کی خوب صورتی میں اضافہ ہوا ہوگا۔ نسخے کے صفحات زرد، کرم خوردہ اور آب رسیدہ ہیں۔ ہر صفحے پر ''ترک''[19] کا اہتمام کیا گیا ہے۔قصیدے کا آغاز پوری بسم اللہ لکھ کر کیا گیا ہے۔

یہ قصیدہ ''بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف'' میں لکھا گیا ہے جس کے ارکان ''مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن'' ہیں۔ اس میں سولہ (۱۶) بند ہیں ۔ ہر بند میں ۱۲ مصرعے ہیں اور ان کے بعد ایک شعر دہرایا گیا ہے۔

رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہے شگفتہ، جشن ہے تازہ بہار ہے

نسخے میں قدیم املا کا استعمال کیا گیا ہے جس میں یائے مجہول اور یائے معروف، ہائے ہوز اور ہائے مخلوط میں فرق نہیں کیا گیا ہے۔ ''ک'' اور ''گ'' پر ایک ہی مرکز ملتا ہے اور دو یا دو سے زیادہ الفاظ کو ملا کر بھی لکھا گیا ہے۔راقمہ نے نسخہ تحریر کرتے ہوئے جدید املا کے مطابق تحریر کیا ہے۔

قصیدے کا متن یہ ہے:

آئی بہار عیش کا ساماں ہے ان دنوں
رشکِ ریاضِ خلد گلستاں ہے ان دنوں

جو شاخ ہے وہ حور کی ساعد کا ہے جواب
جو برگ ہے وہ چہرۂ غلماں ہے ان دنوں

نہریں[20] ہیں صاف کوثر وتسنیم وسلسبیل
گلشن شبیہِ روضۂ رضواں ہے ان دنوں

رونق فروز لالہ و گُل ہیں روش روش
تازہ بہارِ سنبل و ریحاں ہیں ان دنوں

سورج مُکھی کے پاس جو ہے چاندنی کا پھول
یہ چاند ہے وہ مہرِ درخشاں ہے ان دنوں

جو موجِ سبزہ ہے وہ ہے تارِ کمندِ دل
دامِ نگاہ سنبلِ پیچاں ہے ان دنوں

پہنے ہوئے ہے سبزۂ تر تک لباسِ خضر
نہروں میں[21] آب چشمۂ حیواں ہے ان دنوں

غنچے بھی مسکراتے ہیں گُل بھی ہیں خندہ زن
قاضی سے مست، دست و گریباں ہیں ان دنوں

شادی سے رقص کرتے ہیں طاؤس جا بجا
جو کبک ہے خوشی سے خراماں ہے ان دنوں

مانندِ موم نرم ہیں آہن دلوں کے دل
داؤد ہے جو مرغِ خوش الحاں ہے ان دنوں

کیا سایہ تاک کا ہے عجب دار بستِ تاک　　　یہ تخت ہے وہ چترِ سلیماں ہے ان دنوں
جگنو چمک رہے ہیں جو ہر سو برنگِ نجم　　　صحنِ چمن میں شب کو چراغاں ہے ان دنوں

رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

ساقی پلا شراب کہ دن ہیں سُرور کے　　　آئے ہیں مست میکدے میں دُور دُور کے
مے خوار مہروش ہیں، تکلف ضرور ہے　　　شیشے بھی نور کے ہوں، پیالے بھی نور کے
بیٹھی نکھر کے دخترِ رز آج اس طرح　　　دیکھیں اُسے جو دیکھنے والے ہوں حور کے
چوٹی میں چاند سورج اگر ہوں تو مہروماہ　　　کانوں میں پتّے ہوں شجرِ کوہِ طور کے
زاہد بھی دیکھ پائیں تو پھر اُس کے سامنے　　　لیں نام حور کا تو مقر ہوں قصور کے
نزدیک گوش قلقلِ مینا کی ہو صدا　　　آوازے دور ہیں ابھی شورِ نشور کے
ہنگامۂ کواکبِ افلاک سرد ہو　　　چمکیں یہ آفتاب سے ساغر بلور کے
چاہے خُمِ شراب تو طوفاں بپا کرے　　　انداز جوش مے سے دکھائے تنور کے
عیش و طرب کی دھوم ہے یوسف لقا ہیں جمع　　　بازارِ مصر کوچے ہیں سب رام پور کے
اُٹھے جدھر نگاہ، شگفتہ ہے تازہ باغ　　　گُل پوش ہو رہے ہیں ملازم حضور کے
پایہ بلند کیا درِ دولت کا ہے جہاں　　　جھکتے ہیں سر سجود میں اہلِ غُرور کے
کیا نور، کیا فروغ ہے، کیا زرق برق ہے　　　جلوے عیاں ہیں قدرتِ ربِّ غفور کے

رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

ہے آج کل[۲۲] یہ رونقِ بازارِ رام پور　　　سارا جہاں ہے بندۂ سرکارِ رام پور
مشہور ہے جو سارے زمانے میں دارِ امن　　　حقّا کہ وہ لقب ہے سزاوارِ رام پور
ایسا نہ باغ ہے نہ زمانے میں ایسے گُل　　　ہر دل ہے بلبلِ گلِ گلزارِ رام پور

ہے شوقِ دید، انجم و خورشید و ماہ کو ‏ چمکے ہوئے ہیں طالعِ بیدارِ رام پور
حوریں جناں سے، قاف سے پریاں روانہ ہیں ‏ گلگشت کے لیے سوئے گلزارِ رام پور
حیرت ہو آئینے کو دکھائیں اگر جمال ‏ مہ طلعتانِ آئنہ رخسارِ رام پور
حقّا وہاں کی خاک بھی سُرمے سے کم نہیں ‏ آنکھیں ہوں کیوں نہ طالبِ دیدارِ رام پور
ہوتی نہیں ہے یہ دلِ عارف میں بھی صفا ‏ ہیں رشکِ آئینہ، در و دیوارِ رام پور
اہلِ عراق و ساکنِ ملکِ حجاز ہیں ‏ آنکھوں سے، سَر سے عازمِ دربارِ رام پور
کشتِ امیدِ اہلِ زمانہ نہ سبز ہو ‏ برسے اگر نہ ابرِ گہر بارِ رام پور
غُل ہے کہ بہرِ کسبِ سعادت چلو چلو ‏ رونق فروزِ جشن ہے سردارِ[۲۳] رام پور
اللہ رے بہار یہ جوشِ بہار ہے ‏ جنت سے بھی سوا ہے چمن زارِ رام پور

رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

کوٹھی نئی ہے، باغ نیا ہے، چمن نیا ‏ شاعر کرے جو وصف، ہو اس کا سخن نیا
سنبل کی زلف طرّہ ہے، موزوں ہے قدِ سرو ‏ رخسار گُل نے، غنچے نے پایا دہن نیا
رکھتے نہیں ہیں پاؤں چمن کی زمین پر ‏ طاؤس و کبک کا ہے خوشی سے چلن نیا
کوٹھی جو اس چمن میں ہے آراستہ ہے یوں ‏ محبوب جیسے پہنے کوئی پیرہن نیا
چھت، پردے، فرش، جھاڑ، کنول، میز، آئنے ‏ اسباب جس قدر ہے وہ ہے من و عن نیا
کوٹھی میں ہے جو تختِ مرصّع لگا ہوا ‏ مہرِ شرف ہے زیب دہِ انجمن نیا
اُس تخت پر ہے جلوہ نُما خسروِ جمال[۲۴] ‏ پیراہنِ شہانہ ہے زیبِ بدن نیا
وہ تاج زیبِ فرقِ جواہر نگار ہے ‏ پر تو سے جس کے رنگِ عقیقِ یمن نیا
جمشید سے کہو کہ اُٹھے نذر کے لیے ‏ سامانِ عیش ہے تہِ چرخِ کہن نیا
رستم بھی ہو تو سر کو جھُکائے برنگِ زال ‏ دکھلا رہی ہے تیغِ ادا بانکپن نیا[۲۵]

بیٹھے ہوئے ہیں گرد مصاحب جو صف بہ صف ہے گرد سرو جوش، گل و یاسمن نیا
مے ہے سبو سبو، گل و ریحاں چمن چمن دورِ نشاطِ رنگِ زمین و زمن نیا
رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

کوٹھی کے سامنے جو مصفّیٰ رواں ہے نہر وہ برج ماہ تاب ہے، تو کہکشاں ہے نہر
تارے حباب اس میں ہیں، موجیں ہیں ماہِ نو انصاف سے جو آنکھ کھلے، آسماں ہے نہر
یہ تازہ باغ گلشنِ جنت سے کم نہیں دیکھو کہ سلسبیل وہاں ہے، یہاں ہے نہر
مصرع ہر ایک موج کا دیتا ہے کیا مزہ شاید کہ کوئی شاعرِ شیریں زباں ہے نہر
تصویرِ نورِ آئنہِ قدرتِ خدا بیدار دل ہے صاحبِ بختِ جواں ہے نہر
ہر وقت بحرِ خُلق کشادہ ہے خوانِ فیض مہماں ہیں طفل و پیر و جواں، میزباں ہے نہر
اللہ رے شوق! خُلد سے تسنیم و سلسبیل آ آ کے پوچھتے ہیں یہ سب سے، کہاں ہے نہر
پانی پیے جو آ کے، رہے زندہ مثلِ خضر خوفِ فنا نہیں ہے اگر مہرباں ہے نہر
ناداں نہیں کہ چشمۂ حیواں سے دوں مثال ظلمت میں وہ نظر سے نہاں ہے، عیاں ہے نہر
یہ باغ بادشاہ ہے باغوں کا، دہر میں ہر وقت مثلِ سکّہ جاری رواں ہے نہر
کُو کُو زناں جو سرو پہ ہر دَم ہے فاختہ ثابت ہوا کہ صاحبِ طبل و نشاں ہے نہر
موجیں! نہیں نہیں یہ زبانیں ہیں سر بہ سر رطب اللسانِ شکر خدائے جہاں ہے نہر
رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

طیّار طرفہ شہرِ تماشا ہے صید گاہ کثرت ہے جس جگہ کہ ہوا کی ہے بند راہ
وہ جانور ہے کون کہ جس کی نہیں شبیہ ہے مرغزار آئینہِ قدرتِ الہٰ
طاؤس وہ کہ جس سے ہے طاؤسِ چرخ داغ وہ کبک جس پہ ہالہ ہے الفت سے کبکِ ماہ

۴۳ صدف تبسم

وہ گاؤ جس کے تن میں ہے گاؤ زمیں کا زور — وہ شیر جس کو شیرِ فلک کی ہے دست گاہ
کیا خوب آہوؤں کی شبیہیں ہیں شوخ و شنگ — آہو بنے چکارا جو ان پر کرے نگاہ
گرگ و پلنگ بھی ہیں، بز و گو سفند بھی — لیکن کسی کا حال کسی سے نہیں تباہ
فربہ یہ نیل گاؤ زبردست اس قدر — ہے نیل گاؤ چرخ کا جن پر کہ اشتباہ
وہ فیل جن کو حاجتِ زنجیر کچھ نہیں — راہوار وہ، کہ دانہ جسے چاہیے نہ کاہ
موجود طائرانِ ہوا رنگ رنگ کے — کوئی سفید سبز ہے، کوئی کوئی سیاہ
تیہو و تدرو، فاختہ، طوطی و عندلیب — شاہین و شاہباز کہ جن پر پڑے نگاہ
کیا مرغزار ہے کہ تماشے کے واسطے — ہیں مجتمع امیر و فقیر و گدا و شاہ
ایسا ظہورِ قدرتِ پروردگار ہے — جو دیکھتا ہے منھ سے نکلتی ہے واہ واہ

رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

ہنگامِ شام طرفہ تماشا ہے روشنی — محفل ہے نور، برقِ تجلّی ہے روشنی
ہیں قمقمے حباب تو ٹھاٹر ہیں چادریں — جوشِ صفا سے نور کا دریا ہے روشنی
جو طورِ معرفت کے ہیں موسیٰ، وہ کہتے ہیں — حقّا کہ معجزِ یدِ بیضا ہے روشنی
اس بزم میں جو شمع ہے وہ شمعِ طور ہے — چشم و چراغِ حضرتِ موسیٰ ہے روشنی
وردِ زبانِ خلق ہے گو جلوہ گاہِ طور[۲۶] — دیکھو تو اس سے بڑھ کے مصفّٰی ہے روشنی
سب حالِ آسمان و زمیں ہے کھلا ہوا — ایسے ثرے سے تا بہ ثریّا ہے روشنی
سیّارے گرد پھرتے ہیں پروانوں کی طرح — گویا حبیبِ آئینہ سیما ہے روشنی
ہے سُرخ کوئی جھاڑ، کوئی سبز، کوئی زرد — ہر جا، نئے لباس میں پیدا ہے روشنی
اہلِ نظر فقط نہیں اس کے نظارہ باز[۲۷] — ظلمت زدائے دیدۂ اعمیٰ ہے روشنی
روشن ہیں گرد نہر کے بھی سیکڑوں چراغ[۲۸] — یہ اور سیر ہے لبِ دریا ہے روشنی

اہلِ فلک پکارتے ہیں سیر کو چلو اے ساکنانِ عرشِ معلّٰی ہے روشنی
پروانے کی طرح جو تصدّق ہے اپنا دل گویا فروغِ چہرۂ آقا ہے روشنی

رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

رقّاص سر سے غرقِ جواہر ہیں پاؤں تک رکھتے نہیں زمیں پہ قدم صورتِ فلک
دونوں جہاں ہیں ایک ہی ٹھوکر میں پائمال کچھ لگ چلیں جو فتنہ محشر کہیں سرک
بسمل کسی پہ ناچنے والوں کے کیا ہیں دل بے وجہ بوٹی بوٹی میں ان کے نہیں پھڑک
اقلیمِ دل کو لوٹتے ہیں مل کے یہ شریر ڈاکا کہ گھنگروؤں کی صدائیں ہیں مشترک
بجلی چمک رہی ہے کہ سارنگیوں کے سُر آواز رعد کی ہے کہ طبلوں کی ہے گمک
افسوں ہے، سحر ہے کہ تعلّیٰ ہے راگ کی اونچا ہوا جو سُر وہ بنا زہرۂ فلک
طبلے، دہل، چکارے، پکھاوج، ستار، دف بجتے ہیں سارے ساز مجیروں کی ہے گمک
دھرپت، خیال، ٹپے، ترانے، کلی، کلی بجلی ہر ایک شعلۂ آواز کی چمک
دل کو کرے جو شعلۂ آوازِ دَف، کباب شور اُس پہ بانسلی کا چھڑک دے وہیں نمک
کیسا بلند مرتبہ ہے دَف نواز کا خورشید و مہ جلاجلِ دف دائرہ فلک
اُٹھے جدھر نگاہ ہیں پریوں کے جمگھٹے اِندر کا ہر جگہ ہے اکھاڑا، نہیں ہے شک
میلہ تمام رقص و غنا سے بھرا ہوا دیکھا نہیں یہ رنگ زمانے میں آج تک

رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

ایسا ہجوم تو نہیں آیا نظر کہیں مجمع ہے ہر مقام پہ جلسہ ہے ہر کہیں
احوال پیشِ چشم ہے منصور و دار کا بانسوں پہ نٹ دکھاتے ہیں اپنے ہنر کہیں
دکھلا رہی ہے بھان متی سحرِ سامری جاں دار دم میں مثلِ کبوتر ہیں پر کہیں

افسانے کہہ رہے ہیں کسی جا پہ قصہ گو — مشتاق سامعیں ہیں اِدھر اور اُدھر کہیں
دکھلا رہا ہے طرفہ زمانہ جہاں کا رنگ — امیدوار جھول رہے ہیں، بشر کہیں
چکّر میں لا رہا ہے زمانے کو دَورِ چرخ — طفل و جوان و پیر ہیں زیر و زَبر کہیں
ہے سیرِ چرخ پوجے کی آپس میں لاگ ہے — گردش میں سحر ساز، کمر پر کمر کہیں
جوگن کوئی ہے اور کوئی جوگی بنا ہوا — کیا سانگ تازہ تازہ ہیں پیشِ نظر کہیں
ہے اونچی چولی والوں کی کمروں ہی پر نظر — گکڑ کا دم لگاتے ہیں دے دے کے زَر کہیں
آوازے کس رہے ہیں، نرالی ہیں بولیاں — آزاد لوگ شام کہیں ہیں، سَحر کہیں
سقّے پکارتے ہیں کہ پیاسو سبیل ہے — گوش آشنا کھنک ہے کٹورے کی پر کہیں
میلے میں ہیں حسینوں کے جلسے الگ الگ — تارے کہیں ہیں، شمس کہیں ہیں، قمر کہیں

رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

مجمع مشائخوں کا ہے، آئے ہیں اہلِ حال — قوّال گاتے ہیں کبھی ٹپّے، کبھی خیال
غزلوں کو سن کے ہے یہ ترقی پہ ذوق و شوق — بھرتے ہیں مست چوکڑیاں صورتِ غزال
ہُو حق کی ہو رہی ہے صدا تا فلک بلند — اشکوں میں وہ مزہ کہ مئے صافِ پرتگال
کس کے گلے میں ہاتھ ہے اُس کا کسے ہے ہوش — یکتائی میں دوئی کی سمائے یہ کیا مجال
افیونیوں کا تازہ ہے جلسہ کسی طرف — کام و زباں کو ذائقہِ نشۂ حلال
افیون کھولی جاتی ہے پونڈوں کی ہے خرید — ہیں سبز سبز بوٹ تو گولے ہیں لال لال
وہ گرم گرم امرتیاں جن کو دیکھ کر — بوڑھوں کی ٹپکی پڑتی ہے لڑکوں کی طرح رال
نشّے میں جھک گئے تو کہاں ہوشِ دست و پا — سر اپنا، اپنے پاؤں سے ہوتا ہے پائمال
ترتیب شاعروں نے کیا ہے مشاعرہ — سب اپنے زعم میں کوئی صائبؔ، کوئی کمالؔ
پڑھتے ہیں شعر ہوتا ہے غُل واہ واہ کا — پوشیدہ موشگافوں میں کچھ بحثِ قیل و قال

اک سمت بذلہ سنجیِ پیرانِ خوش مزاج ‏ ‏ اک سمت بیت بحثی اطفالِ خرد سال
جلسے اسی طرح کے، یہی شغل جا بجا ‏ ‏ دل باغ باغ، چہرہ مسرّت سے لال لال

رونق پر آج کل چمنِ روز گار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

اس باغِ پُر فضا کی فضا کچھ نہ پوچھیے ‏ ‏ کس لطف پر ہے آب و ہوا کچھ نہ پوچھیے
گولے ہیں لال لال تو امرود زرد زرد[۲۹] ‏ ‏ مہتابیوں کی ہے جو ضیا کچھ نہ پوچھیے
سیب و بہی کے رُخ سے ہے جوبن ٹپک رہا ‏ ‏ جوشِ بہارِ نشوونما کچھ نہ پوچھیے
کیوں کر گنڈیریاں نہ ہوں افیونیوں کی جان ‏ ‏ طوطی سے نیشکر کا مزا کچھ نہ پوچھیے
میوے ہزار ہا ہیں کروں کس کا میں بیاں ‏ ‏ یا سب کا حال پوچھیے یا کچھ نہ پوچھیے
ان کے سوا ہیں اور بھی چیزیں ہزار ہا ‏ ‏ کہتا ہوں میں صریح پتا کچھ نہ پوچھیے
لذّت کہاں یہ حسنِ ملیحانِ ہند میں ‏ ‏ کیا دال مونٹھ میں ہے مزا کچھ نہ پوچھیے
کہتے ہیں خود یہ سب سے نمک مرچ کے کباب ‏ ‏ کام و زباں کو ہم ہیں بلا کچھ نہ پوچھیے
لکھ دے خدا نصیب میں جو مغتنم ہے وہ ‏ ‏ کم ہوں دہی بڑے کے سوا کچھ نہ پوچھیے
رنگیں مٹھائیوں سے قیامت ہیں خوانچے ‏ ‏ آئینہِ ہزار نُما کچھ نہ پوچھیے
اہلِ نظر پہ ذائقہِ در بہشت سے ‏ ‏ کیسا درِ بہشت کھُلا کچھ نہ پوچھیے
خوشبو گلاب جامنوں میں ہے گلاب کی ‏ ‏ ہیں نقل کیسی حبِّ شفا کچھ نہ پوچھیے

رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

بیٹھے ہیں گلفروش برابر کہاں کہاں ‏ ‏ بٹتے ہیں روز پھولوں کے زیور کہاں کہاں
بیلے کے ہار، لالہ و نسریں کی بدھیاں ‏ ‏ ہو کر خرید جاتی ہیں گھر گھر کہاں کہاں
جوہی کی بدھّی، پھولوں کے گجرے ہیں ہر جگہ ‏ ‏ خوشبو سے ہیں دماغ معطّر کہاں کہاں

۷۶ ‏ ‏ صفات تبسم

عطّاروں نے بھی کھولی ہیں اپنی پٹاریاں ہیں گرد خوش لباس لیے زَر کہاں کہاں
پھیلی ہوئی شمیم ہے عنبر کے عطر کی لوگوں کے ہیں دماغ معنبر کہاں کہاں
فتنے کا عطر ہے وہ قیامت کہ الاماں برپا ہے اس سے فتنۂ محشر کہاں کہاں
عطرِ بہار وہ کہ ہوا خواہ جس کے ہیں گل چہرگانِ رشکِ صنوبر کہاں کہاں
مجموعے کا وہ عطر کے جس نے ڈبو دیے عقل حواس و ہوش کے دفتر کہاں کہاں
تنبولیوں کی اتنی دکانیں کہ حد نہیں پالیں تنی ہوئی ہیں برابر کہاں کہاں
وہ آبرو کہ جوہریوں کو جو حکم دیں چونا کریں جلا کے وہ گوہر کہاں کہاں
تائیدِ بختِ سبز سے جو سبز بخت ہیں اس جا لگا کے آئے ہیں چکّر کہاں کہاں
دانتوں کو رنگِ پاں نے کیا ہے زبسکہ سُرخ گوہر برنگِ لعل ہیں احمر کہاں کہاں

رونق پر آج کل چمنِ روز گار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

میلہ وہ ہے کہ جمع ہیں اہلِ جہاں تمام تِل دھرنے کی جگہ نہیں ایسا ہے اژدحام
مجمع کئی ہیں گرد دکانوں کے مشتری دونوں طرف ہیں بیچ کے دلاّل ہم کلام
لائیں ہیں بیچنے کو جو اشیا ہیں لا جواب سوداگرانِ کشورِ تاتار و روم و شام
اشیا ہیں تحفہ تحفہ تو اسباب نو بہ نو مشتاق جس کے دور سے آئے ہیں خاص و عام
اشتر فلک شکوہ تو ناقے صبا روش فیلانِ کوہ پیکر و اسپانِ خوش خرام
وہ زعفراں، وہ عود ،وہ عنبر کہ بے بہا عطرِ گلاب و مشک جو خوشبو کریں مشام
چینی کے جو ظروف ہیں ان کا نہیں حساب لاکھوں ظروفِ نقرہ و جامِ طلائے خام
پشمینہ اس قدر کہ نہیں جس کی انتہا شالیں نئی دو شالہِ گُل رنگ و سبز فام
بوچے نئی طرح کے ہوادار منتخب وہ بگھیاں کہ جن پہ ہے خوبی کا اختتام
یاقوت و لعل و گوہر و فیروزہ و عقیق پکھراج، نیلم ایسے کہ نایاب ہیں تمام

اوّل تو جھک رہے ہیں خریدار بے حساب   اس پر یہ ہے حضور کی جانب سے حکمِ عام
میلے کے بعد ختم جو اسباب بچ رہے   سرکار میں خرید ہو دے کر دو چند دام

رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

ہر چند ہر مقام پر انبوہِ عام ہے   ساقی کی پر دکاں پہ بڑا اژدحام ہے
پیشِ دکاں سلام کو حاضر ہیں خاص لوگ   کیا بادشاہِ حسن کا دربار عام ہے
زہّادِ شہر رکھتے ہیں آنے کی آرزو   خلدِ بریں مگر اسی کوچے کا نام ہے
خالِ جبیں ہے پہلوئے مہتاب میں سُہا   چہرے پہ زلف صبح کے نزدیک شام ہے
کیا شوخ ہے کسی سے اشارہ، کسی سے رمز   اِس کو اگر سلام تو اُس سے پیام ہے
تیرِ مژہ نہ خنجرِ ابرو کی احتیاج   کافر کی ایک بات میں ترکی تمام ہے
زیرِ دکاں وہ مجمرِ آتش ہے مشتعل   لالہ بھی جس کا باغ میں داغی غلام ہے
ہر دم ادا و ناز سے چلموں پہ رکھ کے آگ   عشّاق کے جگر کے جلانے سے کام ہے
ہر نے سے نیشکر کا مزا کیوں نہ ہو حصول   قلیاں جو ہے وہ طوطیِ شیریں کلام ہے
تنباکو اس طرح کا کسی کو کہاں نصیب   خوشبو سے جس کی نافۂ آہو مشام ہے
رنگیں ہر ایک نیچہ ہے وہ جس کے سامنے   بلبل کا شاخِ گل کو یہیں سے سلام ہے
ممکن نہیں کہ ایک چلم سہل سی ملے   قیمت خراج کشورِ تاتار و شام ہے

رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

شب کو عجیب بازیِ آتش کی ہے بہار   پھولا ہوا ہے طرفہ ہر اک سمت لالہ زار
ہنس پھول ہیں کہ دستۂ گلہائے لعل رنگ   دکھلا رہی ہے تازہ کہیں پھلجھڑی بہار
مہتابیوں میں صاف ہے مہتابیوں کا رنگ   دیکھو جدھر انار ہیں پھولے ہوئے انار

چھٹنے لگیں عذارِ قمر پر ہوائیاں
ایسی ہوائیوں سے ہوا پر اُڑے شرار

تارا ہر ایک شعلۂ جوّالہ بن گیا
کیا چرخیوں سے چرخ میں ہے چرخِ کج مدار

دن ہوگئی ہے رات، یہاں تک ہے روشنی
ضو آفتابیوں کی ہے کالشّمس فی النہار

صنّاع کو تھا دخل مقرّر عروض میں
کیا وزن ہے کہ فرق نہیں اس میں زینہار

دکھلا رہا ہے چرخ تماشے نئے نئے[۳۰]
لڑتے ہیں فیل، ناچتے ہیں مور ہر کنار

آیا ہے وقتِ جنگ ہوا گرم معرکہ
کیسے بشر کہ دیو ہیں سرگرمِ کارزار

تصویریں جل کے لڑتی ہیں آپس میں اس طرح
جیسے کہ پہلوان سے ہوں پہلواں دو چار

گولے چلے، صدائیں ہوئیں توپ کی بلند
قلعوں میں کیسی آگ لگی پھُنک گئے حصار

آتش نہیں ہے جلوہ نما گلشنِ خلیل
پیدا ہے برقِ طور تجلّی ہے آشکار

رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

یارب یہ جشن جس کے سبب ہے وہ شاد ہو
حاصل اُسے ہر ایک طرح کی مراد ہو

اقبال اُس کو قیصر و خاقاں کا ہو نصیب
دارا کی شان مرتبۂ کیقباد ہو

اللہ عمر خضر کی اس کو کرے عطا
آباد ملک رونقِ انصاف و داد ہو

ہر شب بڑھے جمالِ مبارک برنگِ ماہ
ہر روز نورِ مہر جلالت زیاد ہو

لکھے ہیں وصف رائے منور کے بیشتر
کس طرح کلکِ فکر نہ روشن سواد ہو

لکھوں صفائی طینتِ والا کی مدح میں
جب آب موتیوں کی شریکِ مداد ہو

ہو کیوں نہ اُس کی تیغ سے اعدا کا زہرہ آب
جب رستمِ یلان دیار و بلاد ہو

اچھا وہی ہے اس سے جو رکھتا ہے دوستی
مومن اُسی کو کہیے جو خوش اعتقاد ہو

ہر روز مرتبہ ہو ہوا خواہ کا بلند
سر ہو وہ خاک جس میں ہوائے عناد ہو

تعریف میں اگر گہر افشاں ہوں لعلِ لب
بے شک بلند مرتبۂ خانہ زاد ہو

اوروں کی کیا پسند، پسند اُس کی ہے پسند ہو فخر ایک بند پہ میری جو صاد ہو
بس اس جگہ پہ ختمِ سخن چاہیے امیر[۳۱] تکرار سے یہ بیت نہ کیوں سب کو یاد ہو
رونق پر آج کل چمنِ روزگار ہے
دل ہیں شگفتہ، جشن ہے، تازہ بہار ہے

قصیدے کا تکنیکی جائزہ لیا جائے تو اس کا آغاز بہاریہ تشبیب سے ہوتا ہےاور دوسرے اور تیسرے بند میں ہی بات گریز کرتی ہوئی نواب رام پور تک پہنچ جاتی ہے۔اس قصیدے میں میلے اور باغ کی خوب صورتی کا بیان دراصل بالواسطہ مدحِ نواب رام پور ہے۔ آخری بند میں دعا پر اختتام ہوتا ہے۔ اس قصیدے میں کیوں کہ ممدوح کا نام موجود نہیں ہے اس لیے داخلی شواہد سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ قصیدہ نواب کلبِ علی خان (دور حکومت: ۱۲۸۱ھ-۱۳۰۴ھ)[۳۲] کی مدح میں لکھا گیا ہے۔ نواب کلبِ علی خان نے اپنی مسند نشینی (۱۲۸۱ھ) کے بعد تعمیرات پر خاص توجہ دی تھی۔ کوٹھی خورشید منزل اور دیوان خانہ جو نواب سید محمد سعید خان (دور حکومت: ۱۲۵۶ھ-۱۲۷۱ھ)[۳۳] اور نواب سید احمد علی خان (دور حکومت: ۱۲۰۹ھ-۱۲۵۶ھ)[۳۴] کے دور میں تعمیر ہوئی تھیں، ان کی از سرِ نو تعمیر کی اور ایک خاص بازار بنوایا[۳۵]۔ اس کے علاوہ ایک نہر بھی دریائے کوسی سے نکلوا کر دریائے رام گنگا میں ملوا دی تھی[۳۶]۔ ایک میلہ جاری کیا تھا جو آٹھ روز بڑی رونق سے جاری رہتا تھا۔ یہ میلہ ہر سال مارچ کے آخر میں مرتب کیا جاتا تھا۔ بائیس میلے نواب کلبِ علی خان نے کیے۔ تیئیسواں قریب تھا کہ رحلت کی[۳۷]۔ یہ قصیدہ اسی میلے (سن کا اندازہ نہیں لگایا جا سکا) کا حال بیان کرتا ہے۔قصیدے میں موجود الفاظ ''باغ'' (بند نمبر ۳، ۴، ۱۱)، ''کوٹھی'' (بند نمبر ۴)، ''جشن'' (بند نمبر ۳، ۱۶)، ''کوٹھی کے سامنے نہر'' (بند نمبر ۵)، ''میلہ'' (بند نمبر ۸، ۹، ۱۳) ظاہر کرتے ہیں کہ یہ قصیدہ امیر مینائی نے نواب کلب علی خان کی مدح میں لکھا جو رام پور میں ہر سال منعقد ہونے والے میلے اور جشن کا احوال بیان کرتا ہے کیوں کہ یہ باغ اور کوٹھی کلب علی خان کے دور میں دوبارہ تعمیر کی گئی اور ایک نہر بھی نکالی گئی۔کلب علی خان کے دور میں ہی یہاں ہر سال میلوں کا اہتمام ہوتا تھا۔جشن اور میلے کا سماں، کوٹھی اور نہر کی تعمیر کا بیان بالواسطہ مدحِ نواب ہے۔ مزید یہ کہ دعا کے وقت وضاحت کے ساتھ دعائیہ کلمات میں نواب کو مخاطب کیا گیا ہے۔

قصیدے کا آغاز بہار کی آمد اور اس کے نتیجے میں ہونے والی خوشی کے اظہار سے کیا گیا ہے ۔ایک طرف محفلِ طرب کی رونقیں ہیں تو اگلے بند میں رام پور کی شان اس طرح بیان ہوئی ہے کہ اس بند کی ردیف ہی رام پور ہے۔ کوٹھی اور

باغ کی تعمیر کے ساتھ ساتھ اس کی تعریف و توصیف میں جزئیات کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ ایک طرف نہر کی تعریف ہے تو دوسری طرف شکار گاہ میں چرند پرند کا احوال بتایا گیا ہے۔امیرؔ نے بڑی خوبی سے ایک بند میں اس موضوع کی ساری خوبیوں کو سمیٹ لیا ہے۔سُر اور تال کی بات ہو تو کیا ''دھرپت'' کیا ''خیال'' اور کیا سازوں کی قسمیں۔ میلے کا ذکر ہو اور کھانے پینے کی چیزوں کا بیان نہ ہو،جشن کا سماں اور میوے مٹھائیاں، پھل، دہی بڑے، دال مونٹھ، کباب۔۔۔ کیا نمکین، کیا میٹھا سبھی کا اہتمام ہے۔ پھولوں اور خوشبوؤں کا ذکر ہے تو گلاب سے لے کر مجموعے تک کے عطر سے قصیدہ معطّر ہے۔ میلے میں دور دور سے سوداگر اپنی اشیاء لے کر آئے ہیں اور خوب ازدحام ہے، سامان بکنے کے بعد یہ اعلان کہ جو بچ جائے گا، وہ سرکارِ رام پور دو چند دام دے کر لے لے گی، لکھنوی تہذیب کے نوابین کی شان کو بیان کرتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے بھی اس قصیدے کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے جس میں رام پور میں ہونے والے میلے اور جشن کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کلبِ علی خان کے دور میں ہونے والی تعمیرات اور ان سے جڑی ہوئی دیگر تفصیلات بھی قصیدے کا اہم جُز ہیں۔

یہ قصیدہ خوب صورت تشبیہات و استعارات لیے ہوئے ہے جن میں قصیدے کا شکوہ اور علمیت کا بیان ہے۔ بیان و بدیع سے مرصّع یہ قصیدہ رام پور کے تہذیب و تمدّن کا بہترین عکّاس ہے۔قصیدے کی لفظیات ہمیں لکھنویت کا رنگ دکھا رہی ہیں اسی لیے ذیل میں اس قصیدے کی فرہنگ بھی ترتیب دی گئی ہے۔

اُشتر	اونٹ
اعمٰی	اندھا، نابینا، غافل
بدھّیاں	پھولوں کا ہار، گلے میں ڈالنے کا پٹکا
بُز	بکری
بُوٹ	سبز کچے چنے
بُوچے	امیروں کی ایک سواری جسے کہار اُٹھاتے ہیں، ہوادار تام جان
بِہی	ناشپاتی کی شکل کا ایک پھل
پکھاوج	ایک قسم کی ڈھولک
پلنگ	ایک درندہ جس کے بدن پر سیاہ دھبے ہوتے ہیں (چیتا)
پوجے	دُور سے سلام دعا رکھنا، دور کا واسطہ رکھنا
پونڈا	ایک قسم کا موٹا، شیریں اور خستہ گنّا
تاک	انگور کی بیل
تدرو	ایک خوش آواز، خوش رفتار پرندہ۔ چکور، اس کی آنکھ خوب صورت ہوتی ہے۔
ترانے	نغمہ، راگ کا ایک انداز
تنبولی	پان بیچنے والے، پنواڑی، ایک قوم جس کا پیشہ پان بیچنا ہے۔
تیہو	ایک چھوٹا سا پرندہ، ازقسم تیتر

ٹپّے	عوامی قسم کا گیت، کسی قدر کلاسیکی، راگ کا ایک انداز
ٹھاٹر	روشنی کرنے کی ٹٹّی، بانسوں کی بنائی ہوئی دیوار جس پر چراغ رکھ کر روشن کیے جاتے ہیں۔
ثریا	وہ چھ ستارے جو سب سے بلند اور اکٹھے چڑھتے نظر آتے ہیں
ثرے	زمین کے نیچے کی مٹی۔ گیلی مٹی
جلاجل	جھانجھ، گھنٹی
جناں	جنّت کی جمع، بہشت
چتر	ایک قسم کی بڑی چھتری جو بادشاہوں یا سادھوؤں کے سر پر ہوتی ہے۔
چشمۂ حیواں	آبِ حیات کا چشمہ، کنایۃً معشوق کا دہن
چکارا	چھوٹی سارنگی، ایک قسم کا دوتارا
چکارا	ایک قسم کا چھوٹا ہرن
خیال	موسیقی کا ایک خاص انگ یا طریقہ، راگ کا ایک انداز
دار بست	لکڑی کی پاڑ جس پر انگور کی بیل چڑھائی جاتی ہے۔
دخترِ رز	انگور کی شراب
دُہُل	ڈھول، نقارہ
دھرپت	کلاسیکی موسیقی کا ایک قدیم انداز یا انگ
رطب اللّسان	مداح، تر زبان
روضۂ رضواں	بہشت، جنّت
ریحاں	ایک قسم کا پودا جس کے پتوں اور چھوٹے چھوٹے پھولوں میں سے خوشبو آتی ہے۔
زعفراں	ایک قسم کا پودا جس میں نارنجی رنگ کا نہایت خوشبو دار پھول لگتا ہے۔
زہرۂ فلک	آسمان کا سب سے روشن ستارہ جو سورج کے گرد پھرتا ہے۔ اس کا مسکن تیسرا آسمان بتایا جاتا ہے۔ اسے رقاصۂ فلک بھی کہتے ہیں۔
ساعد	کلائی، ہاتھ کے پہنچے سے کہنی تک کا حصّہ
سانگ	شعبدہ، تماشا، کھیل یا بہروپ
سلسبیل	بہشت کی ایک نہر، خوشگوار چیز، شراب
سنبل	ایک خوشبو دار پودا، یا ایک خوشبو دار گھاس جس کے ریشے زلفوں کی طرح ہوتے ہیں۔
سَوَاد	سیاہی، کالک، لکھنے پڑھنے کا ملکہ
سُہا	بنات النعش کا ایک چھوٹا تارا
شورِ نشور	بے حد شور، شورِ قیامت
شیرِ فلک	برج اسد، سورج
صاد	کسی کام کی خوبی تسلیم کرنا، پسند کرنا
صریح	خالص، ظاہر آشکارا، صاف
صید گاہ	شکار کھیلنے کی جگہ
طاؤس	مور، ستار کی قسم کا ایک ساز جس پر مور کی شکل ہوتی ہے۔

عنبر	ایک خوشبو جو سمندر میں بہتی ہوئی رہتی ہے۔اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے، آگ پر پگھل جاتی ہے۔وھیل مچھلی کے بدن پر ایک قسم کا دنبل ہوتا ہے جس میں خون جمع ہوجاتا ہے جب یہ اچھا ہوجاتا ہے تو کھرنڈ جھڑ جاتا ہے۔ یہ عنبر ہے۔
عود	ایک قسم کی لکڑی جسے خوشبو کے لیے جلاتے ہیں۔ یہ لکڑی پانی میں ڈوب جاتی ہے۔
غِلماں	خوب صورت لڑکے جو بہشت میں بہشتیوں کی خدمت کے لیے ہوں گے۔ بچے۔
فتنہ	ایک قسم کا عطر
قلقلِ مینا	صراحی یا بوتل وغیرہ سے شراب نکلنے کی آواز
قلیاں	حقہ، گڑگڑی پیچوان
کاہ	سوکھی گھاس
کبک	چکور۔ ایک قسم کا بڑا تیتر جس کے سر اور پنجے سرخ ہوتے ہیں۔
ککڑ	بھربھرا تمباکو۔ مٹی کا بڑا حقہ
کلی کلی	دو راگوں کے نام۔ گن کلی، رام کلی
کُمک	مدد، حمایت، وہ فوج جو لڑائی میں مدد کے لیے بھیجی جائے۔
گاؤ زمیں	ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق وہ گائے جس کے سینگ پر زمین کھڑی ہے، جب تھک کر سینگ بدلتی ہے تو بھونچال آجاتا ہے۔
گُرگ	بھیڑیا
گلاب	گلاب کا عطر، پھولوں سے نکلا ہوا خوش بودار عرق
گلگشت	باغ کی سیر، سیرِ چمن
گمک	زور کی یا اونچی آواز، کسی ساز کی آواز
گوسفند	بھیڑ، دنبہ، مینڈھا
مجموعے	مجموعے کا عطر۔ وہ عطر جس میں کئی عطر ہوں
مجیرے	پیتل کی بنی ہوئی وہ چھوٹی چھوٹی کٹوریاں جو طبلے کے ساتھ تال دینے کے لیے دونوں ہاتھوں میں لے کر بجاتے ہیں۔
مَرغزار	سبزہ زار، چراگاہ
مُشک	عطر کا نام۔ وہ خوشبو دار سیاہ رنگ کا مادہ جو نیپال، تاتار، تبت اور ختن میں ایک قسم کے ہرن کی ناف سے نکلتا ہے۔
مَقَر	ٹھہرنے کی جگہ، قیام گاہ
مہ طلعتاں	چاند جیسے چہرے والے لوگ
ناقے	اونٹنیاں
نیچہ	حقے کی نے، حقے کی نلیاں جن سے عرق کھینچا جاتا ہے۔
نیشکر	گنّا، پونڈا
نیل گاؤ	ہرن کی قسم کا چھوٹی گائے کے برابر ایک جنگلی چوپایہ۔
ید بیضا	چمکتا ہوا ہاتھ۔ حضرت موسیٰؑ کا معجزہ۔ جب حضرت موسیٰؑ اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر نکالتے تو بہت چمکتا اور دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا دیتا۔

اس فرہنگ کی تیاری میں درج ذیل لغات سے مدد لی گئی ہے:

۱۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت (لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۷۶ء)

۲۔ مولوی سید احمد دہلوی، فرہنگِ آصفیہ (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۰ء)

۳۔ نور الحسن نیّر کاکوروی، نور اللغات (دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۹ء)

نقل شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱ھ

ای بہار عیش کا ساماں ہی اندنون | رشک ریاض خلد گلستان ہی اندنون

جو شاخ ہی وہ حور کی ساعد ہی جواب | جو برگ ہی وہ چہرہ غلمان ہی اندنون

نہریں ہیں صاف کوثر و تسنیم و سلسبیل | گلشن شبیہ روضہ رضوان ہی اندنون

چشمے

رونق فروز لالہ و گل ہیں روش روش | تازہ بہار سنبل و ریحان ہی اندنون

سورج مکھی کی پاس جو ہی چاندنی کا پھول | یہ چاند ہی وہ مہر درخشان ہی اندنون

جو موج سبزہ ہی وہ ہی تار کمند دل | دام نگاہ سنبل پیچان ہی اندنون

تشنہ زمین

پہنی ہوئی ہے سبزہ نے رنگ لباس خضر | نہروں میں آب چشمۂ حیواں ہے اندنوں

غنچے ہیں مسکراتے ہیں گل بھی ہیں خندہ زن | قمری ہے مست دست و گریباں ہے اندنوں

شادی سے رقص کرتے ہیں طاؤس جابجا | چو کبک ہے خوشی سے خراماں ہے اندنوں

مانند موم نرم ہیں آہن دلوں کے دل | داؤدی جو مرغ خوش الحاں ہے اندنوں

کیا سایہ تاک کا ہے عجب دار بست تاک | یہ تخت ہے وہ چتر سلیماں ہے اندنوں

جگنو چمک رہے ہیں چمن ہر سو برنگ انجم | صحن چمن میں شب کو چراغاں ہے اندنوں

رونق پہ آج کل چمن روزگار ہے
دل میں شگفتہ جشن سے تازہ بہار ہے

ساقی پلا شراب کہ دن ہیں سرور کے | آئے ہیں مست میکدہ میں دور دور کے

میخوار مہوش ہیں تکلف ضروری ہے | شیشے بھی نور کے ہوں پیالے بھی نور کے

بیٹھی نکھر کے دختر رز آج اس طرح | دیکھیں اسے جو دیکھنے والے ہوں حور کے

چوٹی میں چاند سورج اگر ہوں تو مہر و ماہ	کانوں میں تیری ہوں شجر کوہ طور کی
زاہد بھی دیکھ پائیں تو بھر اسکی سامنی	لیں نام حور کا تو مُقر ہوں قصور کی
نزدیک گوش قلقل مینا کی ہو صدا	آوازیں دور ہیں ابھی شور نشور کی
میخانہ کو اگر افلاک سے رہو	چمکیں یہ آفتاب سی ساغر بلور کی
چاہی خم شراب تو طوفان بپا کری	انداز جوش مے سی دکھاتی تنور کی
عیش و طرب کی دھوم ہی یوسف لقا ہیں جمع	بازار مصر کو بھی ہیں سب امور کی
اوٹھی جدہر نگاہ شگفتہ ہی تازہ باغ	گل پوش ہو رہی ہیں ملازم حضور کی
پایہ بلند کیا در دولت کا ہی جہان	جھکتی ہیں سر سجود میں اہل غرور کی
کیا نور کیا فروغ ہی کیا زرق برق ہی	جلوی عیاں ہیں قدرت رب غفور کی

رونق پر آج گل چمن روزگار ہی
دل ہیں شگفتہ جشن ہی تازہ بہار ہی

ہی آج کل یہ رونق بازار رامپور
سارا جہان ہی بندۂ سرکار رامپور

مشہور ہی جو ساری زمانی مین دار امن
تھا کہ وہ لقب ہی سزاوار رامپور

ایسا نہ باغ ہی نہ زمانی مین ایسی گل
ہر دل ہی بلبل گل گلزار رامپور

ہی شوق دید انجم و خورشید و ماہ کو
چمکی ہوی ہین طالع بیدار رامپور

حورین جنان سی آتی ہین روانہ ہین
گلگشت کی لیی سوی گلزار رامپور

حیرت ہوائی کو دکھائین اگر جمال
آئینہ طلعتان آئینہ رخسار رامپور

تھا وہان کی خاک بھی سرمی سی کم نہین
آنکھین ہون کیون نہ طالب دیدار رامپور

ہوتی نہین ہی یہ دل عارف مین بھی صفا
ہین رشک آئینہ در و دیوار رامپور

اہل عراق و ساکن ملک حجاز ہین
آنکھون سی سر سی عازم دربار رامپور

کشت امید اہل زمانہ نہ سبز ہو
برسی اگر نہ ابر گہربار رامپور

غل ہی کہ بہر کسب سعادت چلو چلو
رونق فروز جشن ہی سردار رامپور

حواشی و حوالہ جات

* (پ: ۱۹۸۰ء) اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، یونیورسٹی آف کراچی، کراچی۔

۱۔ مولانا ممتاز علی آہ، سیرتِ امیرؔ مینائی (لکھنؤ: ادبی پریس، ۱۹۴۱ء)، ۱۔

۲۔ ابو محمد سحر، مطالعہ امیرؔ (لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۵ء)، ۱۰۸۔

۳۔ مراۃ الغیب (موسوم بہ ''دیوانِ امیر'') ۱۲۹۰ھ میں مطبع نول کشور، لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

۴۔ صنم خانۂ عشق ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں مطبع تیغ بہادر، لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

۵۔ نعتیہ دیوان محامد خاتم النبیین ۱۲۸۹ھ میں مطبع نول کشور، لکھنؤ سے شائع ہوا۔

۶۔ امیر اللغات کی دو جلدیں (الف ممدودہ اور الف مقصورہ) بالترتیب ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۳ء میں مطبع مفید عام، آگرہ سے شائع ہوئیں جب کہ تیسری جلد (بائے موحدہ) ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی ترتیب و تدوین سے ۲۰۱۰ء میں اورینٹل کالج، لاہور سے شائع ہوئی۔

۷۔ نثر کی کئی کتابوں مثلاً میلاد نامے، لغات، مکاتیب، ایک تذکرہ انتخابِ یادگار اور دیگر کے بارے میں جاننے کے لیے ملاحظہ کیجیے:
صدف تبسم، ''امیرؔ مینائی کی نثری تصانیف''، مشمولہ تحقیق، شمارہ ۳۱ (جامشورو: جنوری تا جون ۲۰۱۶ء)۔

۸۔ مثنوی اور تاریخ گوئی پر کچھ طلبہ تحقیق کر رہے ہیں۔

۹۔ صدف تبسّم، ''امیرؔ مینائی بحیثیت قصیدہ گو''، مقالہ غیر مطبوعہ (شعبۂ اردو، جامعہ کراچی)۔

۱۰۔ شمیم احمد، اصنافِ سخن اور شعری ہیئتیں (بھوپال: انڈیا بک امپوریم، ۱۹۸۱ء)، ۲۱۔

۱۱۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت (لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۷۶ء)، ۴۴۴۔

۱۲۔ اشفاق احمد ورک، اصنافِ ادب (لاہور: الفیصل پبلشرز، ۲۰۱۶ء)، ۱۴۷۔

۱۳۔ امیرؔ مینائی، محامدِ خاتم النبیین (کراچی: پیرا ماؤنٹ پبلشنگ انٹر پرائز، ۲۰۱۰ء)، ۲۴۹ تا ۲۵۶، ۲۶۶ تا ۲۶۸۔

۱۴۔ امیرؔ مینائی، مراۃ الغیب (کراچی: ایوانِ امیر مینائی، ۲۰۰۵ء)، ۴۲۴ تا ۴۲۶۔

۱۵۔ ادریس احمد خالدؔ مینائی امیرؔ کے پوتے ہیں۔ یہ تمام مخطوطات پہلے انھی کی ملکیت تھے اور انھوں نے ہی تمام مخطوطات پر اپنی مہر ثبت کی ہوئی ہے۔ ان کی وفات کے بعد اب یہ تمام مخطوطات اسرائیل احمد مینائی کی ملکیت ہیں۔

۱۶۔ اسرائیل احمد مینائی امیرؔ مینائی کے بڑے صاحب زادے منشی محمد احمد صریرؔ مینائی کے بیٹے ہیں یعنی امیرؔ کے پوتے ہیں۔ حیات ہیں اور ان کی رہائش خیابانِ شاہین، کراچی میں ہے۔

۱۷۔ جلیلؔ مانکپوری امیرؔ مینائی کے شاگرد تھے۔ انھوں نے کچھ قصائد پر اپنے ہاتھ سے ردّ و بدل کیا ہے جس کی شہادت کریم الدین احمد نے اپنی کتاب تلامذۂ امیر مینائی میں دی ہے۔

۱۸۔ راقمہ نے تدوین کے دوران وہ نسخے دیکھے ہیں جن پر جلیل نے اپنے قلم سے تبدیلیاں کیں ہیں اور وہ نسخہ بھی جس کی شہادت کریم الدین احمد نے دی ہے۔

۱۹۔ قدیم دواوین اور قلمی نسخوں میں چوں کہ صفحہ نمبر ڈالنے کا رواج عام نہیں تھا اس لیے صفحات کے آخر میں اگلے صفحے کا پہلا لفظ لکھ دیا جاتا تھا اور صفحے کے شروع میں پچھلے صفحے کا آخری لفظ، تاکہ ترتیب خراب نہ ہو۔ لفظ ''ترک'' تدوین کی اصطلاح میں انھی الفاظ کو کہا جاتا ہے۔

۲۰۔ نسخے میں ''نہریں'' پر خط کھینچ کر حاشیے میں ''چشمے'' دیا گیا ہے۔

۲۱۔ نسخے میں لفظ '' نہروں میں'' خط کشیدہ ہے اور حاشیے میں جو لفظ دیا گیا ہے وہ ناخوانا ہے۔

۲۲۔ نسخے میں لفظ '' آج کل'' لکھ کر خط کشیدہ کیا گیا ہے اور اوپر حاشیے میں ملا کر ''آجکل'' لکھا گیا ہے۔

۲۳۔ لفظ ''ہے سردار'' کی جگہ حاشیے میں ''ہیں سرکار'' لکھا گیا ہے۔

۲۴۔ لفظ ''خسرو ِ جمال'' کو خط کشیدہ کر کے حاشیے میں ''شاہِ تاجور'' دیا گیا ہے۔

۲۵۔ اس مصرعے کے ساتھ حاشیے میں یہ مصرع درج ہے: ''تیغِ جلال و رعب میں ہے بانکپن نیا''۔

۲۶۔ اس مصرعے کے ساتھ حاشیے میں یہ مصرع درج ہے: ''مشہور گو جہان میں ہے جلوہ گاہِ طور''۔

۲۷۔ اس شعر کے ساتھ حاشیے میں قطع کرنے کا نشان بنایا گیا ہے۔

۲۸۔ اس شعر کے ساتھ حاشیے میں قطع کرنے کا نشان بنایا گیا ہے۔

۲۹۔ اس مصرعے میں ''امرود زرد زرد'' کاٹ کر حاشیے میں ''انگور سبز سبز'' دیا گیا ہے۔

۳۰۔ اس شعر کے ساتھ حاشیے میں قطع کرنے کا نشان بنایا گیا ہے۔

۳۱۔ اس مصرعے کے ساتھ حاشیے میں یہ مصرع درج ہے: ''بس اے امیر ختمِ سخن چاہیے یہاں''۔

۳۲۔ نواب کلب علی خان، رام پور کے نواب تھے اور فائق تخلص کرتے تھے۔

۳۳۔ نواب سید محمد سعید خان، رام پور کے نواب تھے۔

۳۴۔ نواب سید احمد علی خان، رام پور کے نواب تھے اور رند تخلص کرتے تھے۔

۳۵۔ نجم الغنی رام پوری، اخبار الصّنادید، جلد دوم، (لاہور: ملک بک ڈپو، ۱۹۹۸ء)، ۱۳۹۔

۳۶۔ ایضاً، ۱۸۱۔

۳۷۔ ایضاً، ۴۹۳۔

Biblography

Aah, Maulana Mumtaz Ali. *Sīrat-i Amīr Mīnā'ī.* Lucknow: Adabi Press, 1941.

Ahmad, Shamim. *Aṣnāf-i Sukhan aur She'rī Haiyetēṅ.* Bhopal: India Book emporium, 1981.

Ahmad, Karim ud Din. *Amīr Mīnā'ī aur un kā Talāmza.* Lahore: Aaina-i Adab, 1982.

Minai, Amir. *Ṣanam Khāna-i Ishq*, Lucknow: Tegh Bahadur, 1896.

Minai, Amir. *Amīr-ul Lughāt.* Lahore: Sang-e-meel Publications, 1989.

Minai, Amir. *Mirāt-ul Ghaib.* Karachi: Aiwan-i Amir Minai, 2005.

Minai, Amir. *Amīr-ul Lughāt.* Lahore: Oriental College, Punjab University, 2010.

Minai, Amir. *Mahāmid-i Khātim-un Nabīyīn.* Karachi: Paramount Publishing Enterprise, 2010.

Rampuri, Najm ul Ghani. *Akhbār-u Ṣanādīd.* Lahore: Malik Book Depot, 1998.

Sahar, Abu Muhammad. *Mutale'a-i Amīr.* Lucknow: Naseem Book Depot, 1965.

Sarhindi, Waris. *'Ilmī Urdū Lughat.* Lahore: Ilmi Kitab Khana, 1976.

Tabassum, Sadaf. "Amīr Mīnā'ī ba Heśīat Qaṣīdā Go." Thesis for PhD (Urdu). Karachi: University of Karachi, 2016.

Virk, Ashfaq Ahmed. *Aṣnāf-i Adab.* Lahore: Al Faisal Publishers, 2016.